32

اللہ تعالیٰ کے ساتھ عاشقانہ تعلق پیدا کرنے کے لئے رمضان کے آخری عشرہ سے فائدہ اٹھاؤ

(فرمودہ 2 اکتوبر 1942ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

"رمضان کا آخری عشرہ کل سے شروع ہو رہا ہے۔ یہ عشرہ اس لحاظ سے ایک خصوصیت رکھتا ہے کہ لَیْلَةُ الْقَدْر اکثر صوفیاء اور رحمانی علماء کے نزدیک اسی عشرہ میں آتی ہے۔ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک دفعہ گھر سے باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ دو آدمی مسجد میں جھگڑ رہے ہیں اور آپس کے جھگڑے میں ان کی آوازیں اتنی اونچی ہو گئی تھیں اور ایسا شور تھا کہ آپ کی توجہ ان کی باتوں کی طرف پھر گئی۔ آپؐ نے ان دونوں کو ٹھنڈا کیا، ان کی صلح کرائی اور پھر فرمایا کہ مَیں گھر سے باہر اس لئے نکلا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا تھا کہ لَیْلَةُ الْقَدْر فلاں رات کو ہے اور مَیں یہ بتانے کے لئے گھر سے نکلا تھا لیکن باہر نکل کر ان دونوں کو جھگڑتے دیکھا اور ان کے جھگڑنے کی آواز سن کر اور ان کی شورش کو دیکھ کر میری توجہ اس طرف سے ہٹ گئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ رات مجھے بھول گئی اور آپؐ نے فرمایا کہ اب مَیں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ تم اسے رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں میں تلاش کرو۔ [1] اس روایت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ لَیْلَةُ الْقَدْر ضرور رمضان کے آخری عشرہ میں اور ان میں سے بھی طاق راتوں میں آتی ہے۔ لیکن جہاں تک اس حدیث کا سوال ہے اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہمیشہ کے لئے لَیْلَةُ الْقَدْر آخری دس راتوں میں ہی ہوا کرے گی۔ اس سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اس سال

لَیْلَۃُ الْقَدْر آخری دس راتوں میں تھی۔ یہ کہ وہ ہمیشہ آخری دس راتوں میں ہی ہوا کرے گی یہ اس حدیث سے ثابت نہیں۔ ہاں بعض اور ایسی باتیں ہیں جو کم سے کم اس بات کے سمجھنے میں مدد دیتی ہیں کہ لَیْلَۃُ الْقَدْر اکثر اوقات آخری عشرہ میں ہی ہوا کرتی ہو گی یا ہونی چاہئے۔ اور ایک بات ان میں سے یہ ہے کہ ہر عقلمند انسان سمجھ سکتا ہے کہ انسانی عمل کا آخری حصہ زیادہ جاذب فضل ہوتا ہے مثلاً ایک شخص کسی سے تعلق اور محبت پیدا کرنے کے لئے اس کی خدمت کرتا ہے اور پانچ یا دس مواقع اس کی خدمت کے حاصل کر لیتا ہے تو ہر موقع اس کے ساتھ مخدوم کی محبت کو بڑھانے کا موجب ہو گا۔ پہلی خدمت بھی اس کے دل پر اثر کرے گی لیکن دوسری خدمت اَور بھی زیادہ کرے گی کیونکہ دوسری خدمت اپنی ذات میں بھی اثر کرے گی اور ساتھ پہلی خدمت کو بھی یاد دلائے گی۔ وہ خیال کرے گا کہ اس شخص نے میری خدمت کی ہے اور پھر یہ پہلی خدمت نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی ایک بار اس نے میری خدمت کی ہے اوراس میں کیا شک ہے کہ تیسری خدمت کے نتیجہ میں مخدوم کے دل میں اس کی محبت اَور بھی بڑھ جائے گی اس لئے کہ وہ سوچے گا کہ اس شخص نے میری خدمت کی ہے اور پھر یہ پہلی خدمت نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی دو بار یہ میری خدمت کر چکا ہے۔ فلاں موقع پر بھی اس نے میری خدمت کی تھی اور اس کے بعد پھر فلاں موقع پر بھی کی تھی اور اس طرح اس کے دل میں اَور بھی زیادہ محبت کا جذبہ پیدا ہو گا۔ اسی طرح چوتھی خدمت پہلی تین خدمات کو بھی یاد دلائے گی اور اس طرح متواتر خدمات سے مخدوم کو اس سے محبت بڑھتی جائے گی۔ اسی نقطۂ نگاہ سے اگر رمضان کو دیکھیں کہ گو پہلا روزہ انسان کو خدا تعالیٰ کے قریب کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ میرا یہ بندہ آج میرے لئے بھوکا اور پیاسا ہے لیکن دوسرا روزہ اَور بھی زیادہ قرب کا موجب ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ یہ آج ہی میرے لئے بھوکا اور پیاسا نہیں بلکہ کل بھی تھا، یہ آج ہی رات کو نہیں اٹھا کل بھی اٹھا تھا اور جب تیسرا روزہ آئے گا تو یہ تعلق اَور بھی بڑھے گا اور جب چوتھا روزہ آئے گا تو اللہ تعالیٰ کہے گا کہ میرا یہ بندہ آج بھی بھوکا ہے، آج بھی یہ رات کو اٹھا ہے، آج بھی اس نے دعائیں کی ہیں مگر آج ہی نہیں، کل بھی، پرسوں بھی اور ترسوں بھی یہ میرے لئے بھوکا رہا تھا، راتوں کو اٹھا تھا اور دعائیں کی تھیں۔ اور اس طرح

ہر روزہ اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی عزت اور رتبہ کو بڑھاتا جائے گا۔ ادھر تو یہ کیفیت ہو گی جو لازمی طور پر ثابت کرتی ہے کہ آخری روزوں میں اللہ تعالیٰ کا فضل زیادہ ہونا چاہئے اور دوسری طرف بندے کی حالت بھی ایسی ہو جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو زیادہ جذب کر سکتا ہے۔ انسان پہلا روزہ رکھتا ہے تو کہتا ہے ابھی بڑی منزل ہے، پھر دوسرا رکھتا ہے تو گو دعائیں بھی کرتا ہے مگر دل میں سمجھتا ہے کہ مجھے دو روزے رکھنے کی توفیق مل گئی ہے اور مَیں نے فرض کا پندرھواں حصہ پورا کر دیا لیکن ابھی بہت سے روزے باقی ہیں جن میں مَیں عبادت کر سکتا ہوں اور دعاؤں کی توفیق پا سکتا ہوں۔ پھر وہ تیسرا روزہ رکھتا اور دعائیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آج مَیں نے اپنے اس فرض کا دسواں حصہ ادا کر دیا مگر پھر بھی بڑا موقع باقی ہے۔ پھر پانچ روزے رکھ لیتا تو کہتا ہے کہ مَیں نے چھٹا حصہ ادا کر دیا مگر ابھی بڑے دن پڑے ہیں۔ پھر دس پورے ہوتے ہیں تو وہ سمجھتا ہے، مَیں نے تیسرا حصہ پورا کر دیا مگر ابھی دعاؤں کے لئے بہت دن باقی ہیں پھر جب بیس روزے پورے ہوتے ہیں تو انسان کہتا ہے تین میں سے دو حصے گزر گئے اور وہ سوچتا ہے کہ دو حصوں میں مَیں نے خدا تعالیٰ کا کتنا فضل حاصل کیا۔ بسا اوقات انسان اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو دیکھتا بھی ہے اور بسا اوقات اپنے کو بالکل تہی دست پاتا ہے۔ تب وہ سوچتا ہے کہ اب صرف دس دن رہ گئے ہیں۔ اگر یہ بھی یونہی گزر گئے تو معلوم نہیں دعاؤں کی قبولیت کے یہ دن پھر کبھی میسر آ سکیں یا نہ آ سکیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے کے لئے ان دنوں میں جتنا ہو سکے زور لگا لینا چاہئے۔ تب وہ گھبرا کر اور کمر ہمت کَس کر عبادت کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ غرض جس طرح مَیں نے بتایا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حضور اس کی عزت اور رتبہ بڑھتا جاتا ہے۔ جب وہ اکیسواں روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میرا یہ بندہ اس سے پہلے بھی بیس روزے رکھ چکا ہے۔ اسی طرح جوں جوں رمضان خاتمہ کے قریب پہنچتا ہے، بندے کی گھبراہٹ بھی بڑھتی جاتی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اگر اب ان دنوں سے بھی فائدہ نہ اٹھا سکا تو مجھ سے زیادہ بدبخت کون ہو گا کہ روزے آئے، گزر گئے اور مَیں یونہی محروم رہا اور یہ دونوں چیزیں مل کر لازمی طور پر رمضان کے آخری دنوں کو خدا تعالیٰ کے افضال کا زیادہ جاذب بنا دیتی ہیں اور قیاس کہتا ہے کہ لَیْلَۃُ الْقَدْر انہی راتوں میں ہونی چاہئے

مگر خدا تعالیٰ کی قدرتیں غیر محدود ہیں اور اس کی باریک مصلحتوں کو انسان کہاں سمجھ سکتا ہے۔ وہ چاہے تو استثنائی صورتیں بھی ہو سکتی ہیں اور لَیْلَۃُ الْقَدْر پہلی راتوں میں بھی ہو سکتی ہے۔ فرض کرو۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی نیک بندہ لَیْلَۃُ الْقَدْر سے فائدہ اٹھانا چاہتا اور دعائیں کرنا چاہتا ہے تا اس کے عزیزوں، دوستوں، رشتہ داروں اس کے مذہب و قوم اور ملک و ملت کو فائدہ پہنچے مگر رمضان میں اسے سفر پیش آ جاتا ہے۔ فرض کرو اس نے سات یا آٹھ روزے رکھے اور پھر اسے سفر پیش آ گیا اور سفر میں روزہ وہ رکھ نہیں سکے گا۔ اس لئے وہ ساتویں یا آٹھویں رات کو ہی کہتا ہے کہ آج کی رات کا اٹھنا آخری اٹھنا ہے۔ آخری عشرہ میں روزوں کی دعاؤں کا تو مجھے موقع مل نہیں سکے گا۔ میرے لئے آج کی رات ہی روزوں کی آخری رات ہے۔ آج خوب دعائیں کر لیں اور وہ خوب گڑگڑا کر اور رو رو کر دعائیں کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو حکم دے دیتا ہے کہ میرا یہ بندہ مجھے اتنا پیارا ہے کہ اس کی دعا مجھے دنیا کی دعاؤں سے زیادہ محبوب ہے۔ اس لئے آٹھویں یا ساتویں رات کو ہی لَیْلَۃُ الْقَدْر بنا دو۔ اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کو خاص طور پر قبول کرنے اور اسے دعاؤں کا خاص موقع دینے کے لئے ساتویں یا آٹھویں رات کو ہی لَیْلَۃُ الْقَدْر بنا سکتا ہے۔

اسی رمضان کی ساتویں یا آٹھویں رات کا واقعہ ہے۔ اسی کی وجہ سے میرے مُنہ سے مِثالاً بھی ساتویں یا آٹھویں رات ہی نکلا کہ مَیں نماز فجر کے لئے مسجد میں آیا تو عبد الاحد خان صاحب افغان نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے آج لَیْلَۃُ الْقَدْر تھی۔ مَیں نے کہا کیوں تو انہوں نے کہا کہ رات بارش بھی تھی اور بجلی بھی چمکتی رہی ہے۔ مَیں نے ان کی اس بات کو یوں ہی ہنسی میں ٹال دیا اور کہا کہ اگر لَیْلَۃُ الْقَدْر کی یہی علامت ہوتی ہے تو آئندہ دو چار سال کے بعد رمضان برسات کے موسم میں آئے گا تو پھر تو ہر شب ہی لَیْلَۃُ الْقَدْر ہوا کرے گی۔ لیکن جب مَیں گھر واپس آیا تو میری توجہ اس امر کی طرف پھری کہ اس رات جو دعائیں مَیں نے مانگیں یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ الہامی دعائیں ہیں، غیر معمولی باتیں اور امور میرے ذہن میں آتے گئے اور مَیں گھنٹوں دعائیں مانگتا رہا اور پھر بھی وہ ختم ہونے میں نہ آتی تھیں اور ایسی ایسی ضرورتوں کے متعلق بھی دعائیں تھیں کہ جو پہلے ذہن میں نہ تھیں اور یہ یاد کر کے مَیں نے کہا

کہ خدا تعالیٰ کی قدرت سے یہ کوئی بعید نہیں کہ آج کی رات ہی لَیْلَۃُ الْقَدْر ہو۔ بہر حال خدا تعالیٰ نے اسے مخفی رکھا ہے تا اس کے بندے ڈھونڈنے میں لگے رہیں اور صحیح بات تو یہ ہے کہ جو چیز ڈھونڈھنے اور کوشش کرنے سے ملتی ہے۔ وہ زیادہ پیاری معلوم ہوتی ہے اور جس کے لئے انسان زیادہ کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے فضلوں کو بھی اس کے لئے زیادہ کر دیتا ہے۔ ایک شخص اپنے ہمسایہ سے ملنے کے لئے آتا ہے، دوسرا ایک میل سے آتا ہے، تیسرا پندرہ بیس میل سے آتا اور چوتھا دو چار سو میل سے آتا ہے۔ اب ہیں تو وہ سارے ہی مہمان مگر جو دو چار سو میل سے چل کر آیا ہے۔ انسان اس کی خاطر زیادہ ملحوظ رکھتا ہے کیونکہ وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے کونسا روز روز آنا ہے۔ اسی طرح جو شخص لَیْلَۃُ الْقَدْر کی تلاش رمضان کی پہلی رات سے ہی شروع کرتا ہے۔ وہ گویا آخری عشرہ تک پہنچتے پہنچتے بیس منزلیں طے کر کے آتا ہے، اس لئے اس کی قربانی کی قدر زیادہ ہو گی لیکن اگر کوئی ایک رات معیّن ہوتی مثلاً 27 ویں کو ہی ہوتی تو لوگ سب کے سب اس ایک رات کو اٹھ کر بیٹھے رہتے بلکہ شاید سوتے ہی نہ۔ دیکھو لَیْلَۃُ الْقَدْر کی بزرگی کو خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کی عظمت بیان فرمائی۔ ائمہ سلف اس کی قدر و قیمت بیان کرتے آئے اور پھر اس زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس کی عظمت بیان فرمائی۔ پھر بھی لوگ اس کے لئے اتنے پریشان نہیں ہوتے جتنا 15 ویں رجب کو حلوے کے لئے ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ معیّن رات ہے۔ اس لئے لوگ جاگ لیتے ہیں مگر لَیْلَۃُ الْقَدْر چونکہ معیّن نہیں بلکہ اسے ڈھونڈنا پڑتا ہے۔ اس لئے اسے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے مگر یہ نیکی کی نہیں کمزوری کی علامت ہے۔ پندرھویں رجب کے متعلق وہ خیال کرتے ہیں کہ ایک رات ہے جاگ کر کاٹنی کیا مشکل ہے، اس لئے کاٹ لیتے ہیں مگر رمضان میں مسلسل تیس راتیں جاگنا پڑتا ہے۔ اس لئے نہیں جاگتے۔ وہ جھوٹے موتی کے خریدار بنتے ہیں اس لئے کہ اس کی قیمت تھوڑی ہے مگر سُچے موتی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ اس کی قیمت زیادہ ہے۔ اس سُچے موتی کی قیمت ایک مہینہ تک راتوں کو اٹھنا ہے اس لئے لوگ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے لیکن جھوٹے موتی کی قیمت چونکہ ایک رات ہی ہے۔ اس لئے اسے لینے کی کوشش ضرور کرتے ہیں کیونکہ وہ

کوشش ایک رات کی ہے اور یہ ایک مہینہ کی یا جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو۔ یہ دس راتیں بھی مشکل ہیں، ایک رات تو جاگ لیتے ہیں مگر مسلسل تیس یا دس بھی جاگنا دوبھر ہوتا ہے۔

لیکن حقیقت یہی ہے کہ اسی قوم کے دن زندہ ہوتے ہیں جس کی راتیں زندہ ہوں۔ جو لوگ ذکر الٰہی کی قدر و قیمت کو نہیں سمجھتے، ان کا مذہب کے ساتھ وابستگی کا دعویٰ محض ایک رسمی چیز ہے۔ کئی نوجوان ایسے ہوتے ہیں جو تبلیغ بڑے جوش سے کرتے ہیں، چندوں میں بھی شوق سے حصہ لیتے ہیں مگر ذکرِ الٰہی کے لئے مساجد میں بیٹھنا اور اخلاق کی درستی کے لئے خاموش بیٹھنا ان پر گراں ہوتا ہے اور جو وقت اس طرح گزرے اسے وہ سمجھتے ہیں کہ ضائع گیا۔ اسے تبلیغ پر صرف کرنا چاہئے تھا۔ ایسے لوگ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ تلوار اور سامان جنگ کے بغیر لڑائی نہیں جیتی جاسکتی۔ جس طرح لڑائی کے لئے اسلحہ اور سامان جنگ کی ضرورت ہے اسی طرح تبلیغ بھی بغیر سامانوں کے نہیں ہو سکتی۔ تبلیغ کے میدان جنگ کے لئے ذکر الٰہی آرسنل (Arsenal)[2] اور فیکٹری ہے اور جو مبلّغ ذکر الٰہی نہیں کرتا وہ گویا ایک ایسا سپاہی ہے جس کے پاس تلوار، نیزہ یا کوئی اَور اسلحہ نہیں۔ ایسا مبلّغ جس چیز کو تلوار یا اپنا ہتھیار سمجھتا ہے۔ وہ کِرم خوردہ لکڑی کی کوئی چیز ہے جو اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچاسکتی۔ آخر یہ کیا بات ہے کہ وہی دلیل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دیتے تھے اور وہ دل پر اثر کرتی تھی لیکن وہی دلیل دوسرا پیش کرتا ہے لیکن سننے والا ہنس کر گزر جاتا اور کہتا ہے کہ کیا بے ہودہ باتیں کر رہا ہے۔ یہ فرق کیوں ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس شخص کے پاس جو ہتھیار ہے وہ لکڑی کا کِرم خوردہ ہتھیار ہے مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوہے کی ایسی تیز تلوار تھی جو ذکر الٰہی کے کارخانے سے تازہ ہی بن کر نکلی تھی۔ کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی باتوں میں جو اثر تھا۔ وہ دوسروں کی باتوں میں نہیں۔ ہمارے مبلغوں کی تقریروں میں وہ اثر نہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ مبلّغ کی تقریر کو ذکر الٰہی نے تلوار نہیں بنایا ہوتا۔ اس کے ہاتھ میں لکڑی کا کِرم خوردہ ہتھیار ہے جسے گھن لگا ہوا ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ میں جو تلوار تھی وہ ذکر الٰہی کے کارخانہ سے نئی نئی بن کر آئی تھی جسے نہ کوئی زنگ لگا تھا، نہ چربی وغیرہ کوئی چیز

لگی تھی۔ مبلّغ جو تلوار استعمال کرتا ہے وہ کسی پرائی فیکٹری میں بنی ہوئی ہے۔ جسے دندانے اور نشان وغیرہ پڑ چکے ہیں اور جو پہلے استعمال ہو چکنے کی وجہ سے خراب ہو چکی ہے اور پرانی ہونے کی وجہ سے اس کے ہینڈل کو کیڑا لگا ہوا ہے۔ یہ اسے مارتا ہے تو بجائے دوسرے کو نقصان پہنچانے کے خود ہی ٹوٹ کر گر جاتی ہے۔ دوسرے پر اثر تبلیغ اور دلیل سے ہی نہیں پڑتا بلکہ اس کے پیچھے جو جذبہ ہوتا ہے اس کا اثر ہوتا ہے۔

ایک بزرگ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جہاں وہ رہتے تھے اسی محلہ میں ایک بہت فسادی اور شریر آدمی تھا۔ جو ہر وقت عیاشی میں مصروف رہتا اور دین سے ہمیشہ مذاق کرتا تھا۔ وہ اسے بہت سمجھاتے تھے مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ وہ بزرگ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حج کے لئے گیا تو اسے دیکھا کہ نہایت عجز و انکسار کی حالت میں طواف کر رہا ہے۔ جب فارغ ہوئے تو اس بزرگ نے اس سے دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے جو تم حج کے لئے آ گئے۔ تم تو دین سے مذاق کیا کرتے تھے اور کسی نصیحت کا تم پر اثر ہی نہ ہوتا تھا۔ اس نے کہا کہ میری ہدایت کا واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ مَیں بازار میں جا رہا تھا عیاشی کے خیالات میں محو تھا اور عیش و طرب کے مرکز کی طرف ہی جا رہا تھا کہ ایک مکان میں کوئی شخص قرآن شریف بلند آواز سے پڑھ رہا تھا کہ آیت اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ[3] میرے کان میں پڑی یعنی کیا مومنوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ جب ان کے دل خدا تعالیٰ کے ذکر کے لئے نرم ہو جائیں اور وہ ذکر الٰہی شروع کر دیں۔ اس آواز میں ایسا سوز و گداز اور ایسی محبت تھی کہ مجھے یوں معلوم ہوا کہ وہ دنیا میں سے کسی انسان کی آواز نہ تھی۔ اس آواز کو سنتے ہی مَیں گویا اڑ کر کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ اسی وقت گھر آیا اور عیش و طرب کے سب سامان توڑ ڈالے اور حج کے لئے روانہ ہو گیا۔ یہ قرآن کی وہی آیت ہے جو کئی لوگ پڑھتے اور سنتے ہیں مگر ان پر کوئی خاص اثر نہیں ہوتا لیکن یہی آیت جب ایک ایسے دل سے نکلی جو ذکر الٰہی سے سرسبز و شاداب تھا تو سننے والے پر ایسا اثر کیا کہ اس کی زندگی میں گویا ایک انقلاب پیدا کر دیا۔

اسی طرح ایک اَور بزرگ کا واقعہ ہے کہ کسی شہر میں بادشاہ کا کوئی درباری رہتا تھا جس کے ہاں شب و روز گانا بجانا ہوتا اور محلہ والے سخت تنگ آ چکے تھے۔ محلہ کے لوگ اس بزرگ کے

پاس گئے اور کہا کہ اس طرح رات بھر شور و شر کی وجہ سے عبادت میں خلل پڑتا ہے۔ اگر عبات کرنا چاہیں تو شور کی وجہ سے نہیں کر سکتے اور اگر سونا چاہیں کہ تہجد کے وقت اٹھیں گے تو شور کی وجہ سے نیند نہیں آتی۔ ان حالات میں ہم لوگ کیا کریں، کئی لوگ اس درباری کو سمجھاتے رہے۔ وہ بزرگ بھی پیغام بھیجتے رہے مگر اس پر کوئی اثر نہ ہونا تھا اور نہ ہوا۔ آخر جب لوگوں نے بار بار آکر ان سے کہا تو انہوں نے اس درباری سے کہا کہ اب سختی سے تمہارا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس نے جواب دیا کہ تم میرا کیا مقابلہ کر سکتے ہو تم جانتے نہیں مَیں بادشاہ کا درباری ہوں۔ مَیں بادشاہ سے کہہ کر کل یہاں پولیس مقرر کرادوں گا پھر تم لوگوں کو اچھی طرح پتہ لگ جائے گا۔ اس بزرگ نے کہا کہ تم پولیس مقرر کرالو گے تو ہم بھی مقابلہ کریں گے۔ اس نے جواب دیا کہ بڑے آئے مقابلہ کرنے والے۔ تمہارے پاس کیا رکھا ہے جس سے بادشاہ کی فوجوں کا مقابلہ کرو گے۔ اس بزرگ نے کہا کہ ہم راتوں کے تیروں سے مقابلہ کریں گے۔ اس بزرگ کو دعاؤں کی طاقت اور اپنی دعاؤں کی قبولیت کا جو یقین تھا اس کا یہ اثر ہوا کہ ان کے مُنہ سے یہ بات نکلنے کے ساتھ ہی اس درباری کی چیخیں نکل گئیں۔ اس نے فوراً حکم دیا کہ سارنگیاں وغیرہ توڑ دی جائیں اور اس بزرگ سے کہا کہ راتوں کے تیروں کا مقابلہ ہم واقعی نہیں کر سکتے۔ تو ذکر الٰہی کی طاقت سے بات میں بہت زیادہ اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ دیکھو! قرآن کریم وہی تھا مگر مسلمان اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ اس لئے کہ ان کے دلوں میں حقیقی ایمان نہ تھا مگر وہی قرآن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ میں آکر کس طرح اسلام کے دشمنوں کو تہس نہس کر رہا ہے اور چاروں طرف مُردے ہی مُردے نظر آتے ہیں۔ یہ اس لئے ہوا کہ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ذکر الٰہی کی طاقت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفاتِ مسیح کے جو دلائل پیش فرمائے ہیں۔ ان میں بیس تیس بلکہ اَور سَو کا اضافہ بھی بے شک کر لو۔ لیکن اگر ذکرِ الٰہی نہیں تو ان تمام دلائل اور انہیں بیان کرنے والے مبلغوں کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ اثر زبان نہیں بلکہ دل کا جذبہ کرتا ہے۔ خالی زبانی باتوں سے کچھ نہیں بنتا۔ اس میں شبہ نہیں کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے اور وہ معقول بات کو ہی قبول کرتا ہے لیکن صرف بات کا معقول ہونا ہی اثر نہیں کر سکتا۔

جب تک کہ اس کے ساتھ محبت اور سنجیدگی نہ ہو، بات معقول بھی ہو اور پھر اس کے ساتھ محبت اور سنجیدگی بھی ہو تب اثر ہوتا ہے۔ اخلاص اور محبت کے بغیر کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اَلدِّیْنُ اَلنُّصْحُ [4] یعنی دین اور اخلاص ایک چیز ہے جب تک اخلاص نہیں۔ دین بھی نہیں اور جب اخلاص مٹے گا، دین بھی مٹ جائے گا۔

پس یہ خیال مت کرو کہ پانچ وقت نماز پڑھنا، روزے رکھنا، زکوٰۃ دینا اور حج کرنا دین ہے بلکہ ان عبادات کو بجالاتے وقت پیچھے دل میں جو اخلاص ہو، وہ دین ہے۔ ایسا انسان جس کے دل میں اخلاص ہے۔ اگر دو رکعت بھی نماز پڑھ لے تو اس کے اثرات نظر آئیں گے۔ لیکن بغیر اخلاص کے محض ریا سے اگر آدمی سارا دن مصلّٰی پر بیٹھا رہے تو اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلے گا۔ عبادت کا اثر اتنا نہیں ہوتا جتنا اس سوز و گداز کا ہوتا ہے جو اس کے پیچھے ہو۔ تعلق باللہ کی خواہش سے جو اثر ہوتا ہے۔ وہ خالی روزہ سے نہیں ہو سکتا۔ جب تک عشق اور للّٰہیت پیدا نہیں ہوتی اور خدا تعالیٰ کی طرف انسان اس طرح متوجہ نہیں ہوتا جس طرح بچہ ماں کی طرف ہوتا ہے اس وقت تک روزہ سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ لوگ دنیا میں ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے اور ملتے جلتے بھی ہیں مگر جہاں عشق کا قدم ہو وہاں رنگ ہی اَور ہوتا ہے۔

منشی اروڑے خان صاحب مرحوم کا واقعہ مَیں نے پہلے بھی کئی بار سنایا ہے جو انہوں نے خود مجھے سنایا تھا۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدہ لیا کہ کبھی کپور تھلہ تشریف لائیں۔ اس زمانہ میں کپور تھلہ تک ریل نہ جاتی تھی۔ ایک حد تک ریل میں جا کر پھر آگے ٹانگوں اور یکوں وغیرہ پر جاتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ عرصہ تک تو وعدے کرتے رہے اور ایک دن یکدم ارادہ کر لیا کہ اس وعدہ کو پورا کر دیں اور کپور تھلہ جانے کے لئے چل پڑے۔ تنگ وقت ہونے کی وجہ سے وہاں کے احباب کو اطلاع بھی نہ دے سکے۔ منشی صاحب مرحوم سنایا کرتے تھے کہ مَیں وہاں ایک دکان پر بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ ایک شدید مخالف آیا اور کہنے لگا منشی جی تم یہاں بیٹھے باتیں کر رہے ہو، جلدی اڈے پر جاؤ۔ وہاں تمہارے مرزا صاحب آئے ہوئے ہیں۔ وہ شخص شدید مخالف تھا اور ہمیشہ مذاق کرتا رہتا تھا۔ مَیں نے سمجھا کہ اب بھی یہ مذاق ہی کر رہا ہے لیکن اس واہمہ کے ساتھ ہی یہ خیال بھی آیا

کہ شاید واقعی تشریف لے ہی آئے ہوں اور یہ خیال آتے ہی مَیں بے تحاشا ننگے پاؤں ہی بھاگ اٹھا۔ پندرہ بیس گز دوڑتا گیا اور پھر خیال آیا کہ ہماری قسمت ایسی کہاں اس شخص نے ضرور مذاق ہی کیا ہو گا اور پھر مڑ کر اسے بے تحاشا گالیاں دینی شروع کر دیں کہ تم بہت بدمعاش ہو۔ ایسے ہو ویسے ہو ہمیشہ مذاق کرتے رہتے ہو، تمہیں دین کے معاملہ میں مذاق کرتے ہوئے شرم نہیں آتی مگر یکدم خیال آیا کہ مَیں اس سے یہاں ناراض ہو رہا ہوں اور شاید سچ مچ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لے آئے ہوں اور یہ خیال کر کے پھر دوڑ پڑا مگر تھوڑی دور جا کر پھر خیال آیا کہ اس شخص نے ضرور جھوٹ بولا ہو گا۔ ہماری ایسی قسمت کہاں کہ آپ تشریف لائے ہوں اور پھر اس شخص کو مڑ کر گالیاں دینے لگا چنانچہ دو تین بار ایسا ہی ہوا اور اس شخص نے پھر کہا کہ منشی جی کیا کرتے ہو۔ خواہ مخواہ وقت ضائع کرتے ہو۔ واقعی مرزا صاحب اڈے پر آئے ہوئے ہیں۔ ایک عاشق کا اپنے معشوق کی طرف جانا تھا اور دیکھ لو اس کا کیا رنگ تھا۔ جب تک نماز روزہ اور دوسری عبادات میں یہ رنگ پیدا نہیں ہوتا اس وقت تک ان کا کوئی فائدہ نہیں۔ ایک شخص چندہ دیتا ہے مگر دل میں کہتا ہے کہ یہ ایک فرض قوم کی طرف سے لگایا گیا ہے اس لئے اسے ادا کرتا ہوں۔ اس کا چندہ ادا کرنے کا رنگ اَور ہو گا لیکن ایک دوسرا شخص جو خدا تعالیٰ کی طرف بڑھنے اور اس سے تعلق پیدا کرنے کا جوش اپنے دل میں رکھتا ہے وہ اسے خدا کے قرب کا ایک ذریعہ سمجھ کر ادا کرے گا۔ اس لئے اسے ادا کرتے وقت اس کے دل میں امنگ اور جوش اور اس کی آنکھوں میں روشنی پیدا ہو گی۔ وہ یہ محسوس کرے گا کہ اس کے ذریعہ مَیں خدا تعالیٰ کے اور قریب ہوں گا۔ اسی طرح جو شخص روزہ اسی کا نام سمجھتا ہے کہ سحری کھا لی اور پھر شام کو کھانا کھا لیا اس کی حیثیت صرف ایک مزدور کی سی ہے جس کے سر پر ٹوکری رکھ دی گئی کہ فلاں جگہ پہنچا دے اور ظاہر ہے کہ مزدور کا سر پر ٹوکری اٹھانا اور رنگ رکھتا ہے لیکن ایک شخص جس کا اکلوتا لڑکا سخت بیمار ہے۔ وہ گھر سے باہر اس کے لئے دوائی لانے کی غرض سے نکلتا ہے تو اسے ایک طبیب مل جاتا ہے جو اسے کہتا ہے کہ یہ دوائی لے جا کر اپنے بیٹے کو کھلا دو۔ وہ ایک منٹ میں تندرست ہو جائے گا، فکر کیوں کرتے ہو۔ وہ بھی ایک بوجھ اٹھا کر گھر کو لوٹتا ہے مگر اس کے بوجھ اٹھانے اور مزدور کے بوجھ

اٹھانے میں فرق ہے۔ مزدور تو سمجھتا ہے کہ مَیں نے یہ بوجھ فلاں جگہ پہنچانا ہے اوراس کے عوض دو آنے لینے ہیں اور بوجھ اس کی کمر کو توڑ رہا ہوتا ہے مگر دوسرا سمجھتا ہے مَیں بوجھ نہیں بلکہ اپنے لڑکے کی زندگی اٹھائے لئے جارہا ہوں۔ یہی حالت مومن کی ہوتی ہے جب وہ روزہ رکھتا ہے تو یہ نہیں سمجھتا کہ مَیں بھوکا رہا ہوں بلکہ اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوتی ہے۔ دل میں جوش اور امنگ پیدا ہوتی ہے اور امیدیں وسیع ہوتی ہیں اور وہ سمجھتا ہے کہ شاید آج کا روزہ ہی اس پردہ کو اٹھادے جو میرے اور میرے خدا کے درمیان ہے اور جس کے اٹھنے کے بعد میرا خدا مجھے مل جائے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ شام کو مایوس ہی ہو جائے مگر دوسرے دن پھر وہ اسی شوق سے اٹھتا ہے اور پھر اسی جوش اور شوق کے ساتھ روزہ رکھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ مومن کی مثال کیمیا گر کی ہوتی ہے۔ کیمیا گر بھی بار بار سونا بنانے کی کوشش کرتا ہے اور جب نہیں بنتا تو سمجھتا ہے کہ میری غلطی سے نہیں بن سکا۔ آنچ کی کسر رہ گئی اور مجھ سے غلطی ہو گئی اور وہ پھر کوشش کرتا ہے اور پھر ناکام رہنے کے باوجود پھر کرتا ہے۔ اسی طرح مومن نماز پڑھتا ہے کہ اس کا خدا اسے مل جائے مگر جب نہیں ملتا تو وہ مایوس ہو کر چھوڑ نہیں دیتا بلکہ پھر پڑھتا ہے۔

یہاں ایک احمدی دوست رہا کرتے تھے، اب فوت ہو چکے ہیں۔ متقی، مخلص اور خدمت گزار آدمی تھے اور غریب تھے۔ ان کے بھائی ان کی مدد کیا کرتے تھے۔ ان کے متعلق بعض دوستوں نے مجھے سنایا کہ وہ کیمیا بناتے ہیں اور جب کوئی ان کی مدد کرتا ہے اور کچھ دیتا ہے تو وہ جھٹ سونا بنانے کے لئے چیزیں خریدنے کو دوڑتے ہیں۔ مَیں نے شاید خود ان سے پوچھا یا کسی دوست کی معرفت دریافت کرایا۔ یہ مجھے اچھی طرح یاد نہیں، ان کا جواب یہ تھا کہ سینکڑوں دفعہ کوشش کی اور سینکڑوں ہی دفعہ ناکامی ہوئی ہے مگر ہر بار یہی خیال آتا ہے کہ سو دفعہ ناکامی ہوئی شاید ایک سو ایک ویں بار کامیابی ہونی ہو اور پھر بھی جب ناکامی ہوتی ہے تو خیال آتا ہے کہ شاید ایک سو دوسری بار کامیابی ہونی ہو۔ اس لئے ایک بار پھر کوشش کر لوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ مومن کی بھی یہی حالت ہوتی ہے۔ جھوٹا کیمیا تو کبھی بھی سونا نہیں بنا سکتا مگر مومن کامیاب ہو جاتا ہے۔ وہ ایک دن اٹھتا ہے تو سونا

بنا ہوتا ہے اور اپنے رب کے ساتھ اس کی ملاقات ہو جاتی ہے مگر یہ بات عاشقانہ رنگ سے حاصل ہوتی ہے۔ فلسفیانہ سے نہیں، فلسفیانہ نظر سے جو شخص قرآن کریم کو پڑھتا ہے وہ یہ تو کہہ سکے گا کہ بڑی اچھی کتاب ہے، دلائل خوب دیتی ہے مگر اس کے دل میں کوئی نور پیدا نہیں ہو گا لیکن جو شخص عاشقانہ رنگ میں ایک آیت بھی پڑھے گا وہ آیت اس کے دل کے زنگوں کو کاٹ دے گی اور اس کے دل میں ایسا جذبہ پیدا ہو گا کہ اسے کہیں سے کہیں پہنچا دے گا۔ خدا تعالیٰ اپنے بندے سے وہ معاملہ نہیں چاہتا جو دو بادشاہ آپس میں کرتے ہیں بلکہ وہ عاشقانہ رنگ بندے کی طرف سے چاہتا ہے۔ خدا تعالیٰ کسی کی مدد کا محتاج نہیں کہ کسی سے کہے آؤ ہم عقلی بناء پر کوئی معاہدہ کر لیں اور خیال کرے کہ اس کے ساتھ معاہدہ میری حکومت کی مضبوطی کا موجب ہو گا بلکہ وہ پیار اور محبت چاہتا ہے اور محبت والے دل کی ہی قدر کرتا ہے۔ پس ان دنوں سے فائدہ اسی رنگ میں اٹھانے کی کوشش کرو۔ اپنے اندر عاشقانہ کیفیت پیدا کرو اور کور ذوقی کو چھوڑ دو کہ یہ محبت کے مقام سے ہٹاتی ہے اور محبت کے بغیر عبادت میں لذت محسوس نہیں ہوتی اور یہ لذت ہی ہے جو ہر قسم کے مصائب برداشت کرنے کے لئے مومن کو تیار کرتی ہے۔ کتنے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے اتنی قربانیاں کیں مگر آخر کیا ملا۔ اگر ان کے دل میں عشق ہوتا۔ تو یہ الفاظ ان کے منہ سے کبھی نہ نکل سکتے۔

کہتے ہیں ایک بزرگ کے پاس ان کا کوئی مرید گیا اور تین دن ان کے پاس رہا، انہوں نے اسے اپنے پاس ٹھہرایا اور اسی کمرہ میں سلایا جہاں خود سوتے تھے، رات کو وہ بزرگ اٹھے اور نماز پڑھنے لگے اور خوب رو رو کر اور گڑگڑا کر دعائیں کرنے لگے۔ وہ مرید بھی جاگ رہا تھا ان کی اس قدر گریہ وزاری کو دیکھ کر اس نے دل میں کہا کہ انہوں نے اس قدر دعائیں کی ہیں کہ آج تو خدا تعالیٰ کا تخت ہل گیا ہو گا۔ عرش کانپ گیا ہو گا اور خدا تعالیٰ کے فرشتے ان دعاؤں کی قبولیت کا پیغام لا رہے ہوں گے مگر خدا تعالیٰ کی قدرت کہ جب وہ دعائیں کر چکے تو اونچی آواز میں جو اس مرید کو بھی سنائی دی۔ الہام ہوا کہ بے شک روتا رہ تیری دعا تو قبول نہ ہو گی۔ یہ سن کر اس مرید نے دل میں کہا کہ ہم تو یہاں اپنی سنوانے آئے تھے لیکن یہاں تو ان کی اپنی بھی نہیں سنی جاتی۔ بہر حال وہ چونکہ مرید تھا اور دل میں اخلاص رکھتا تھا چپ ہو رہا۔ دوسری رات

پھر ایسا ہی ہؤا اس بزرگ نے پھر اٹھ کر دعا کرنی شروع کی اور بڑی گریہ وزاری سے دعا کی۔ وہ بڑے جوش سے دعا میں مشغول رہے۔ دعا میں وسعت پیدا ہوتی گئی اور مضامین پھیلتے گئے۔ یہ دیکھ کر اس مرید نے خیال کیا کہ آج تو یہ ضرور اللہ تعالیٰ سے اپنی بات منوا ہی لیں گے لیکن جب ختم کر چکے تو پھر وہی آواز زور سے آئی جسے اس مرید نے بھی سنا کہ جتنا چاہو زور لگالو مَیں تمہاری دعا نہیں سنوں گا۔ مرید نے دل میں کہا کہ آج تو حد ہی ہو گئی ہے۔ خیر وہ آج بھی خاموش رہا، تیسری رات جب وہ بزرگ اٹھے اور تہجد پڑھنے کے لئے وضو کرنے لگے تو اس نے اٹھ کر ہاتھ پکڑ لیا کہ بس حضور جانے بھی دیجئے۔ اب بہت ہو چکی ہے مَیں کل بھی اور پرسوں بھی جاگتا تھا اور دونوں رات مَیں نے وہ آواز سنی ہے۔ آپ نے جتنا زور لگانا تھا لگا لیا اب بس کریں خواہ مخواہ وقت ضائع کرنے کا کیا فائدہ۔ اس بزرگ نے اس کے ہاتھ کو جھٹک کر الگ کر دیا اور کہا تم دو راتوں میں ہی گھبرا گئے۔ مَیں تو بیس سال سے یہی الہام سن رہا ہوں مگر گھبرایا نہیں اور خدا تعالیٰ سے کہتا ہوں کہ میرا کام مانگنا ہے۔ تیرا کام قبول کرنا یا نہ کرنا ہے۔ مَیں اپنا کام کرتا ہوں اور تُو جو چاہے کر۔ میرا ایک ہی فرض ہے کہ تجھ سے مانگتا جاؤں اور تیرے دو اختیار ہیں۔ چاہے تو قبول کرے اور چاہے تو رد کر دے۔ پس ان دونوں کاموں میں سے جو بھی تُو کرے تُو اپنا حق ادا کر رہا ہوتا ہے۔ اس مرید نے کہا کہ پھر تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ بڑے ڈھیٹھ ہیں۔ انہوں نے کہا جو چاہو سمجھو۔ بہرحال مَیں اپنا کام کر رہا ہوں مجھے اس سے کیا غرض کہ دعا قبول ہوتی ہے یا نہیں۔ خدا تعالیٰ میرا معشوق ہے اور مجھے اس سے مانگنے میں لذت محسوس ہوتی ہے اس لئے مانگتا جاتا ہوں۔ وہ میری موجودہ دعا کو پورا کر دے گا تو پھر بس تو نہیں کروں گا پھر کچھ مانگنے لگ جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ پھر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور اسی جوش سے دعائیں کرنے لگے مگر آج جب وہ فارغ ہوئے تو پھر الہام ہؤا اور یہ الہام بھی مرید کو سنائی دیا۔ وہ الہام یہ تھا کہ ہم نے تمہاری آج کی دعائیں بھی قبول کر لیں اور گزشتہ بیس سال میں جس قدر دعائیں کرتے رہے ہو، وہ بھی قبول کر لیں۔ تو جس کے دل میں عشق ہوتا ہے اسے کیا کہ کچھ ملتا ہے یا نہیں ملتا۔ وہ تو بس مانگتا ہی جاتا ہے۔ اس کی غرض تو یہ ہوتی ہے کہ اپنے معشوق سے باتیں ہو جائیں، جھوٹے شاعر اپنے شعروں میں معشوق کو مخاطب کر کے کہا کرتے ہیں کہ

اور نہیں تو جھڑک ہی چھوڑ لیکن بولا تو کر۔ شاعر کی تو محض لفاظی ہوتی ہے لیکن حقیقی عاشق کے دل کی کیفیت بالکل یہی ہوتی ہے اور یہی چیز تعلق باللہ کے لئے بہت ضروری ہے۔ بندے کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ سے مانگتا جائے اور مانگتا جائے، کسی دن بھی مانگنا چھوڑ دینا نقص کی بات ہے اور گھبرا کر یہ خیال کر لینا کہ خدا تعالیٰ سنتا نہیں بے وقوفی کی بات ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعا کے اس پہلو کے متعلق بعض باتیں لکھی ہیں۔ جن سے بعض نادان دھوکا کھا جاتے ہیں مگر لوگ ان کو سمجھتے نہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ گھبرانا بیوقوفی کی بات ہے۔ کیا تم نے کبھی بچہ کو نہیں دیکھا؟ اسے ماں سے سچی محبت ہوتی ہے۔ اگر تم غور کرو تو دس میں سے پانچ بار یہی دیکھو گے کہ بچہ ماں سے مانگتا اور ضد کرتا ہے کہ مَیں نے مٹھائی لینی ہے یا فلاں چیز لینی ہے اور جب وہ اسے دے دیتی ہے تو اس کھلونے کو پھینک دیتا ہے یا اس مٹھائی کو چکھ کر چھوڑ دیتا ہے۔ اسے کھلونے یا مٹھائی کا اتنا شوق نہیں ہوتا بلکہ اصل خواہش یہ ہوتی ہے کہ ماں سے مانگوں اور اس کی محبت آزماؤں۔ یہ عشق کی کیفیت جب تک نماز، روزہ اور دوسری عبادات میں پیدا نہ ہو جو شخص اس للّٰہیت سے زکوٰۃ نہیں دیتا، چندہ یا صدقہ ادا نہیں کرتا وہ حقیقی فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور جب یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو ظاہری علامات اس کی نظر سے غائب ہو کر باطنی کیفیت شروع ہو جاتی ہے۔ جب وہ باطنی آنکھوں سے سجدہ کرتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے کہ ظاہر میں وہ سجدہ کر رہا ہے۔ اس کی ساری نماز ایک مسلسل پکار اور چیخنا و چلّانا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر وہ بے شک کھڑا بھی ہوتا ہے، رکوع اور سجدہ میں بھی جاتا ہے اور اٹھتا بھی ہے مگر ان کی طرف رہنمائی اس کی بچپن کی عادت کر رہی ہوتی ہے ورنہ دراصل وہ یہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ اس کا معشوق اس کے سامنے ہے اور وہ اس کے ساتھ محبت کا اظہار کر رہا ہے۔ یہ چیز جب پیدا ہو جائے تو انسان کو تقویٰ کا مقام حاصل ہو جاتا ہے اور اس کے اندر نیکی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ بدی سے بچ جاتا ہے۔ جب کبھی اس کے دل میں کوئی حرص یا لالچ پیدا ہوتا ہے تو یہی عشق اور للّٰہیت آڑے آتی اور اس کے ہاتھ کو روک کر کہتی ہے کہ خدا تعالیٰ کے عرش کو پکڑنے والے ہاتھ اس لالچ میں ملوث نہ ہونے چاہئیں۔

پس یہ دن دعائیں کرنے اور برکات حاصل کرنے کے ہیں اس لئے خوب دعائیں کرو

مگر اسی ذریعہ سے جو مَیں نے بتایا ہے۔ یہ ذریعہ ہے جو انسان کو ظاہری باتوں سے آزاد کر دیتا ہے۔ میری اپنی مثال ہے آج صبح سحری کے وقت جب مَیں اٹھا تو شدید انفلوئنزا کا دورہ تھا۔ سر میں شدید درد تھا اور گلے میں سخت خراش تھی۔ مَیں نے دوائیاں وغیرہ منگوا کر استعمال کیں اور کہا کہ روزہ میں رکھ لیتا ہوں۔ اگر صبح تک صحت نہ ہوئی تو چھوڑ دوں گا چنانچہ مَیں نے روزہ رکھ لیا مگر جو دوائیاں صبح استعمال کی تھیں وہ چونکہ ضعف پیدا کرتی ہیں اس لئے دو بجے کے قریب مجھے ایسا ضعف ہوا کہ مَیں نے سمجھا مَیں جمعہ کی نماز کے لئے نہیں جا سکتا۔ جمعہ کے روز غسل کرنا سنت ہے اور جب مَیں غسل کی نیت سے اٹھا تو غسل خانہ کے پاس پہنچنے کے بعد میرے نفس نے مجھے واپس لوٹا دیا اور کہا کہ آج غسل نہیں کرنا چاہئے۔ چنانچہ مَیں نے بغیر غسل کے ہی کپڑے پہن لئے اور مَیں اسی فکر میں تھا کہ کہہ دوں کہ مَیں جمعہ کے لئے نہیں آسکتا مگر پھر خیال کیا کہ چلا جاتا ہوں۔ دو چار باتیں کہہ کر خطبہ ختم کر دوں گا مگر یہاں آکر اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذکر جو آگیا تو مجھے پتہ بھی نہیں لگا کہ کتنا بول گیا ہوں اور شاید اتنا ہی بیان کر گیا ہوں جتنا عام طور پر کیا کرتا ہوں۔ ایک دوست ہیں جو اَب تو احمدی ہیں مگر پہلے جماعت میں شامل نہ تھے لیکن جلسہ پر آیا کرتے تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ کہا کہ دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہے یا تو آپ بڑے جھوٹے ہیں اور یا پھر کوئی غیر معمولی ہستی ہیں۔ مَیں نے کہا یہ کیا بات ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ مَیں کئی سال سے جلسہ پر آتا ہوں، ہمیشہ دیکھتا ہوں کہ آپ بیمار ہیں، فلاں تکلیف ہے، فلاں تکلیف ہے مگر جب تقریر کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو چھ چھ گھنٹے مسلسل بولتے چلے جاتے ہیں۔ دو ہی صورتیں ہیں یا تو آپ جھوٹ بولتے ہیں کہ بیمار ہیں اور یا پھر آدمی نہیں۔ مَیں نے کہا دونوں باتیں نہیں۔ نہ تو مَیں جھوٹ بولتا ہوں اور نہ ہی یہ کہ مَیں آدمی نہیں ہوں۔ بات یہ ہے کہ مَیں جب بولنے لگتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا تصرف ہوتا ہے کہ بیماری کا خیال بھی نہیں رہتا۔ تو اللہ تعالیٰ کا تعلق انسان کے دل سے احساس کو مٹا دیتا ہے اور تمام محسوسات سے آزاد کر دیتا ہے۔ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ۔ مَیں نے اس رمضان کی آٹھویں تاریخ کو دعائیں کرنے کا ذکر کیا ہے۔ صبح مجھے خیال آیا کہ ان دعاؤں کو لکھ لوں مگر جب لکھنے لگا تو وہ اس طرح ذہن سے پھسلتی جاتی تھیں کہ معلوم ہوتا تھا آخر تک صرف چند سطریں ہی

لکھی جاسکیں گی مگر مانگتے وقت خیالات اس طرح آتے جاتے تھے جس طرح سویّاں بنانے والی مشین میں جب پیچھے سے میدہ ڈالا جاتا ہے تو اس میں سے سویّاں نکلتی چلی آتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دل کے پیچھے خیالات ڈالے جا رہے ہیں اور وہ آگے الفاظ میں منہ سے نکلتے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دن بہت قیمتی ہیں اس لئے ان سے فائدہ اٹھاؤ۔ یہ مشق کا موقع ہے اور جسے عادت ہو جائے اس کے لئے ہمیشہ ہی رمضان ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہی سارے ایام بنائے ہیں۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ لوگ پوچھتے ہیں یہ ایام کیسے ہیں۔ تُو کہہ دے کہ ان میں حج کے بھی دن ہیں اور لوگوں کے لئے فوائد بھی ہیں۔[5] پس جو انسان چاہے، سارے سال کو ہی اپنے لئے رمضان بنا سکتا ہے۔ روزہ رکھا اور رات کو اٹھا، دعائیں کیں، ذکر کیا، یہی رمضان ہے۔ کسی اندھے سے کسی نے کہا تھا سو جاؤ۔ اس نے کہا سونا کیا ہے، چپ ہی ہو جانا ہے۔ تو جو شخص رات کو اٹھ کر نماز پڑھے اور روزہ رکھے اس کے لئے رمضان ہی رمضان ہے۔ مسلسل روزے رکھنا تو منع ہیں۔ ایک دن چھوڑ کر رکھنے جائز ہیں اور اس طرح گویا رمضان کے علاوہ 5 1/2 مہینے بنتے ہیں اور جو شخص رمضان کے سوا باقی دنوں سے 5 1/2 ماہ روزے رکھے۔ اس کا سارا سال ہی رمضان بن جاتا ہے۔ تو رمضان بنانا انسان کے اپنے اختیار کی بات ہے۔ رمضان باقی دنوں میں بھی دعاؤں کی تحریک کا ایک ذریعہ ہے اور جسے اللہ تعالیٰ توفیق دے اس کے لئے ہر مہینہ میں رمضان اور ہر رات ہی لَیْلَۃُ الْقَدْر ہے۔ اور پھر رات ہی کی کیا خصوصیت ہے، انبیاء کے لئے دن بھی لَیْلَۃُ الْقَدْر ہو جاتے ہیں۔ کیا جب کسی نبی نے دعا کرنی ہو تو وہ اس کا انتظار کرتا ہے کہ رمضان آئے تو کروں اور پھر رمضان کا بھی آخری عشرہ اور اس میں سے بھی طاق راتیں اور ان طاق راتوں میں سے بھی لَیْلَۃُ الْقَدْر کی خاص رات آئے تو کروں۔ رسول کریم ﷺ طائف میں تبلیغ کے لئے گئے تو لوگوں نے آپ کو گالیاں دیں۔ آپ کے پیچھے کتّے چھوڑ دیے اور لڑکے پتھر مارنے لگے۔ آپ وہاں سے باہر نکلے، دن کا وقت تھا کوئی رات نہ تھی، پھر رمضان بھی نہ تھا اور اس کا آخری عشرہ بھی نہ تھا اور نہ لَیْلَۃُ الْقَدْر تھی۔ دوپہر کا وقت تھا اور لوگ اپنے کام کاج میں مصروف تھے کہ خدا تعالیٰ کا فرشتہ اترا اور اس نے کہا کہ اے محمد (ﷺ) مجھے خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اگر تُو اجازت دے تو مَیں اس شہر کو الٹا کر پھینک دوں۔ یہ

کونسا رمضان تھا اور کونسی لَیْلَۃُ الْقَدْر تھی۔ دن کا وقت تھا اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دعا بھی نہ کی تھی جیسا کہ آپ کے جواب سے پتہ لگتا ہے۔ صرف آپ کی مادی تکلیف ہے کہ زخموں سے خون بہہ رہا تھا، لوگ پتھر مار رہے تھے اور کتّے کاٹنے کو دوڑ رہے تھے، لَیْلَۃُ الْقَدْر سے بڑھ گئی اور خدا تعالیٰ نے فرشتہ کو حکم دیا کہ اس شہر کو اسی طرح الٹا دو جس طرح لوط کی بستی الٹا دی گئی تھی۔ مگر شرط یہ ہے کہ ہمارے رسول سے پوچھ لینا۔ جب فرشتہ نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں جانے دو۔ ان لوگوں نے جو کچھ کیا نادانی سے کیا، ان کو پتہ نہ تھا کہ مَیں اللہ کا رسول ہوں۔[6] اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دعا بھی نہ کی تھی۔ اگر کی ہوتی تو آپ یہ جواب نہ دیتے بلکہ یہ کہتے کہ اچھا اللہ تعالیٰ نے میری دعا سن لی ہے۔ فوراً اس بستی کو الٹا دو مگر آپ نے فرمایا نہیں جانے دو، ان کو پتہ نہیں تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کے بغیر ہی مادی تکلیف کو دعا کا قائم مقام بنالیا۔ اس مہینہ کو رمضان، ان دنوں کو اس کا آخری عشرہ اور اس کی طاق راتیں اور ان میں سے بھی لَیْلَۃُ الْقَدْر اور لَیْلَۃُ الْقَدْر کی وہ خاص قبولیتِ دعا کی گھڑی بنا لیا اور پھر جب فیصلہ فرمایا تو فرشتہ کو حکم دیا کہ پہلے ہمارے رسول سے پوچھ لو، وہ کہے تو اس بستی کو الٹا دو۔ تو مومن کا تعلق جب اپنے اللہ سے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہے تو اس کے لئے سارے مہینے ہی رمضان بن جاتے ہیں اور ساری راتیں ہی رمضان کا آخری عشرہ اور اس میں سے بھی طاق راتیں اور طاق راتوں میں سے بھی لَیْلَۃُ الْقَدْر بن جاتی ہیں۔ مگر یہ بات پیدا کرنا بندے کے ہاتھ میں ہے۔ اگر وہ خدا تعالیٰ سے سچے طور پر عاشقانہ تعلق پیدا کرلے اور عاشقانہ رنگ اختیار کرلے۔ تو یہ مقام یا اس کا کچھ حصہ حاصل ہو سکتا ہے لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ سے سودا کرنا چاہے تو وہ بہکا ہوا ہے اور ایک ایسے گڑھے کی طرف جارہا ہے جس کا نتیجہ ہلاکت ہے۔ اس کی نمازیں اور اس کے روزے اور اس کی دوسری عبادتیں اسے اس ہلاکت سے روک نہ سکیں گی اور ہم اس کے متعلق یہی کہیں گے کہ وہ بہکا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے وہ اس کے رحم کا محتاج ہے۔"

خطبہ ثانی میں فرمایا:۔

"مَیں عورتوں کے متعلق بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ عورتیں کمزور مخلوق ہیں اور انہیں

اسی طرح رائے دینے کا حق حاصل نہیں جس طرح مردوں کو ہے۔ اس لئے ان کے حقوق کی حفاظت کرنا بھی مردوں کا فرض ہے۔ یہ نہیں چاہئے کہ انہیں جو حقوق حاصل ہیں ان کے راستہ میں بھی رکاوٹیں پیدا کی جائیں اس لئے کہ وہ بول نہیں سکتیں اور ہماری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنی ضروریات بیان نہیں کر سکتیں۔ ان کی اس پوزیشن سے ان کا حق بڑھ جاتا ہے، کم نہیں ہوتا۔ عربی میں کہتے ہیں اَلْقَاسِمُ مَحْرُوْمٌ تقسیم کرنے والا خود محروم رہتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ دوسروں کو دوں، مَیں تو خود بانٹنے والا ہوں۔ تو مرد جو قانون بناتے ہیں اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو قانون سازی کا حق دیا ہے۔ انہیں چاہئے کہ عورتوں کو زیادہ حقوق دیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس سال عورتوں کے اعتکاف میں رکاوٹیں ڈالی جارہی ہیں کیونکہ گزشتہ سال بعض نے اچھا نمونہ نہیں دکھایا۔ جہاں تک میری تحقیقات ہے اس معاملہ میں عورتوں کا قصور کم ہے، مردوں کا زیادہ ہے۔ جو مرد ذمہ دار تھے۔ انہوں نے سختیاں کیں۔ تحقیقات کے کاغذات میں نے درد صاحب کو دیئے تھے۔ وہ پتہ نہیں کیوں گم ہو گئے ورنہ میرا ارادہ تھا کہ ان لوگوں کے خلاف کارروائی کی جائے مگر شاید درد صاحب کو رحم آگیا یا کیا بات ہوئی وہ کاغذات ہی پتہ نہیں کہاں گئے۔ میری بیویاں تو اعتکاف بیٹھنے نہیں آتیں۔ اگر وہ آئیں اور ان سے ایسا سلوک ہو تو یقیناً مجھے بہت بُرا محسوس ہو گا اور جب وہی سلوک دوسروں کی بیویوں یا لڑکیوں یا بہنوں سے ہو تو مَیں کیوں اسے بُرا محسوس نہ کروں۔ ہر ایک کو یہی خیال کرنا چاہئے کہ اگر یہی سلوک اس کی ماں، بہن، بیوی یا بیٹی سے کیا جائے تو اسے کتنا برا محسوس ہو گا اور اس لئے جب دوسروں سے یہی سلوک ہو تو بھی اسے اسی طرح برا منانا چاہئے۔ اپنے لئے اور قانون اور دوسروں کے لئے اَور۔ دوسروں کے لئے ٹھوکر کا موجب ہوتا ہے اور انسان کو خود بھی ایمان سے دور لے جاتا ہے۔" (الفضل 6 اکتوبر 1942ء)

1: بخاری کتاب الصیام باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر فی العشر الاواخر

2: آرسنل (Arsenal): ہتھیاروں کا سٹور

3: الحدید : 13

4: جامع الاحادیث۔ حدیث نمبر 44920

5: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ ؕ وَ لَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَ اْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (البقرة:190)

6: مسلم كتاب الجهاد باب ما لقى النبى ﷺ من اذى المشركين والمنافقين